اللہ تعالیٰ کی ملکیت کا تصور اور نظام معیشت

ممتاز احمد سالک

(دوسری اور آخری قسط)

اسی طرح صنعت و حرفت کے شعبے کا معاملہ بھی ہے۔ اس کے فروغ کا دارومدار خود انسان پر ہوتا ہے۔ ہر صنعتی چیز کو انسان ہی کا ذوقِ لطیف' شکلِ جمیل عطا کرتا ہے۔ مختلف لوگوں میں ذوق و شوق' رجحانات و میلانات اور مہارت و استعداد کو اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرتا ہے جس سے سارا معاشرہ فائدہ اٹھاتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں فرمانِ الٰہی ہے:

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ
(سورۃ الانبیاء ۲۱:۸۰)

ہم نے تمہارے فائدے کے لیے اسے زرہ بنانے کی صنعت سکھا دی' تاکہ تمہیں لڑائی میں ایک دوسرے کی زد سے بچائے۔ پھر کیا تم شکر گزار ہو؟

علاوہ ازیں صنعت و حرفت کے ساتھ آگ کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ یہ ایک طرف رات کی تاریکیوں کو منور کرکے ہمیں کام کاج کے مواقع مہیا کرتی ہے دوسری طرف خوردونوش کی بے شمار اشیاء کو حسبِ ضرورت و منشا تیار کرنے میں مدد دیتی ہے اور تیسری طرف اس کی حِدّت و حرارت کی آنچ مختلف دھاتوں اور دیگر خام اشیاء کو مختلف صورتوں' شکلوں اور سانچوں میں ڈھالنے کے لیے اہم کردار سرانجام دیتی ہے۔ اس آگ کو سلگانے کا مادہ ربِ کائنات ہی کا فراہم کردہ ہے۔

اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ۝ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ۝ (سورۃ الواقعہ ۵۶: ۷۱ تا ۷۳)

کبھی تم نے خیال کیا کہ یہ آگ جو تم سلگاتے ہو' اس کا درخت تم نے پیدا کیا یا اس کو پیدا کرنے والے ہم ہیں؟ ہم نے اسے یاد دہانی کا ذریعہ اور حاجتمندوں کے لیے سامانِ زیست بنایا ہے۔

علیٰ ہذا القیاس ہم اپنی معاشی زندگی کا کوئی شعبہ لے لیں' اس کے فروغ و تنزل میں اللہ تعالیٰ ہی کی حکمت و قدرت کی کارفرمائی نظر آئے گی۔ اس کے سامنے انسانوں کی خواہشیں' صلاحیتیں اور مہارتیں سرنگوں ہوجاتی ہیں' اس لیے کہ حقیقی مالک وہی ہے۔ اپنی ملکیت پر اس کے اختیارات لامحدود اور بلاشرکت غیرے ہیں' نہ تو وہ کسی کا محتاج ہے اور نہ ہی اس کے پاس ذرائع و وسائل کی کمی ہے۔ وہ ان وسائل کو پوری کائنات میں اپنی مرضی سے تقسیم کرتا ہے' ان کی نوعیت و مقدار کا تعین وہ خود کرتا ہے۔ انسانوں کی معاشی سرگرمیاں تو محض اس کی مرضی ہی کی تلاش کے لیے ہوتی ہیں۔

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ○ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ○ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (سورۃ الحجر ۱۵: ۱۹ تا ۲۱)

ہم نے زمین کو پھیلایا' اس میں پہاڑ جمائے' اس میں ہر نوع کی نباتات ٹھیک تلی مقدار کے ساتھ اگائیں' اور اس میں معیشت کے اسباب فراہم کیے' تمہارے لیے بھی اور ان بہت سی مخلوقات کے لیے بھی جن کے رازق تم نہیں' کوئی چیز ایسی نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں۔ اور جس چیز کو ہم نازل کرتے ہیں' ایک مقرر مقدار میں نازل کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا آیات اور ان جیسی بے شمار دیگر آیات کے ذریعے قرآن حکیم نے بار بار یہ بات ذہنوں میں راسخ کرنے کی کوشش کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ان تمام مادی اشیاء کا خالق ' مالک ' رب ' محافظ' نگران اور کفیل ہے جو ہماری معاشی حاجات و ضروریات کی تسکین کا ذریعہ ہیں۔ یہ ساری نعمتیں جن پر انسان کی مادی زندگی کا انحصار ہے' اسی کی عطا کردہ ہیں' یہ سب اسی کے بنائے ہوئے ضابطے اور حکم کے مطابق ہماری خدمت کرتی رہتی ہیں' ان میں نفع بخش ہونے کی صلاحیتیں اور استعدادیں بھی وہی پیدا کرتا ہے اور انہیں نت نئے طریقوں پر استعمال کرنے کی ترکیبیں بھی وہی سمجھاتا ہے۔ اس لیے حقیقتاً خالق بھی وہی ہے اور "نتیجتاً" مالک بھی وہی ہے' اس تصور کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ ہمارے پورے معاشی نظام اور تمام معاشی سرگرمیوں کو اسی کے حکم و منشا کے مطابق چلنا چاہیے۔

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ (سورۃ الاعراف ۷: ۵۴)

یاد رکھو اللہ ہی کے لیے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا۔

انسان کو مختلف اشیاء و املاک پر جو اختیارات حاصل ہیں ان کا دائرہ انتہائی تنگ ہے۔ جو کچھ چاہتا ہے وہ نہیں کرسکتا' جو کچھ ہوجاتا ہے اسے برداشت کرنا پڑتا ہے۔ قدم قدم پر اس کی کم علمی و کم مائیگی اس کی خواہشات و مقاصد کے آگے رکاوٹ بن جاتی ہے۔ ہر ہر مرحلے پر تقدیر اور فطری قوتوں کے آگے بے بس ہوجاتا ہے۔ جب اسے ترقی و خوشحالی ملتی ہے تو تمام عوامل کو نظر انداز کرکے محض اسے اپنی چالاکی' مہارت اور علم کی طرف منسوب کرکے اترانا شروع کردیتا ہے اور اگر کبھی نقصان سے دوچار ہوتا ہے تو اپنے نصیب کو پیٹتا ہے اور دوسروں کو ذمہ دار قرار دیکر مایوسی کے گرداب میں پھنس جاتا ہے۔

وَاِذَآ اَنۡعَمۡنَا عَلَى الۡاِنۡسَانِ اَعۡرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ‌ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوۡسًا ۝

(سورۃ بنی اسرائیل ۱۷:۸۳)

انسان کا حال یہ ہے کہ جب ہم اسے نعمت عطا کرتے ہیں تو اینٹھتا اور پیٹھ موڑ لیتا ہے اور جب ذرا مصیبت سے دوچار ہوتا ہے تو مایوس ہونے لگتا ہے۔

مال و املاک کے حصول و تصرف پر اسے زیادہ سے زیادہ اتنا اختیار ہے کہ غلط طریقے اختیار کرنا چاہے تو اس بارے میں آزاد ہے لیکن اس آزادی کا بے جا استعمال آخرت میں اس کے لیے مستقل خسران کا باعث تو ہے ہی' اس دنیا میں بھی اس کے لیے خطرناک ثابت ہوتا ہے۔ کبھی اس کی ذات اور معاشی مفادات براہ راست اس کی زد میں آجاتے ہیں اور کبھی اس سے پورے معاشی نظام میں خلل واقع ہوتا ہے۔ کبھی دونوں نقصانات بیک وقت نمودار ہوتے ہیں' اس طرح گویا خود وہی اسی شجر کو آگ لگانے کے کھیل میں شریک ہوتا ہے' جس پر اس کا اپنا نشیمن ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم خواہ انفس و آفاق پر غور کریں یا عقلی و نقلی استدلال کی راہ اختیار کریں' کسی طرح بھی انسان کی غیر مشروط اور لامحدود ملکیت ثابت نہیں ہوتی۔ اس لیے ملکیت کے بارے میں عہدِ جدید کے تمام مادی و لادینی تصورات غیر منطقی' ناقص اور بے بنیاد ہیں۔ ان پر مبنی کوئی معاشی نظام بھی سائنٹفک' حقیقت پسندانہ' متوازن اور مستحکم نہیں ہوسکتا' سالہا سال کے تجربات نے عصری نظاموں کے نقائص و ناکامیوں کو بالکل واضح کردیا ہے۔ ان نظاموں نے کائنات کے مالکِ مطلق کو تصورِ ملکیت سے الگ کردیا ہے اور اس کے احکام و فرامین بالکل نظرانداز کرکے انسان کے مالکانہ حقوق کو تاریخ' فطرت' رواج اور ضرورت کے مطابق طے کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ چاروں چیزیں ایسی ہیں جن کے بارے میں ہر فرد اور ہر قوم کی الگ الگ تعبیر و توجیہہ ہے' جنہیں زمان و مکان کی مسافتیں بھی تبدیل کرتی رہتی ہیں' اس لیے یہ دنیا کے تمام انسانوں

کے لیے حق و صداقت کا منصفانہ، مشترک اور مستقل معیار و پیمانہ نہیں بن سکتیں، نہ تو انہیں سب کا اعتماد حاصل ہوسکتا ہے اور نہ ہی تقدس و غیرجانبداری کا مقام، یہی وجہ ہے کہ افراد و اقوام کے مسائل اور باہمی دعووں اور جھگڑوں کو ان کے ذریعے آج تک حل نہیں کیا جاسکا۔

ملکیت کے بارے میں لادینی تصورات اس کی نوعیت و ماہیت اور حدود و مقاصد کے تعین کے بارے میں ہماری کوئی مدد نہیں کرتے، یہ اسے اغراض کے اعتبار سے حیوانی سطح تک لاکر اس کے اخلاقی جواز کو ختم کردیتے ہیں۔ اگرچہ مالک کے اختیارات کو بعض قوانین کے ذریعے محدود و مقید کرنے کی کوشش کی جاتی ہے مگر یہ قوانین بنانے والے بھی انسان ہوتے ہیں اور نافذ کرنے والے بھی انسان، ظاہر ہے کہ وہ اپنی کم علمیوں، کج فہمیوں، طبقہ وارانہ سوچوں، اور تعصبات و جانبداری سے مبرّا نہیں ہوسکتے، اس لیے یہ قوانین ظلم و استحصال کا خاتمہ نہیں کرسکتے، بسا اوقات ان کے ذریعے معاشی بگاڑ و فساد میں اور زیادہ اضافہ ہوجاتا ہے۔ وہ کسی ایک خرابی کی اصلاح کی کوشش کرتے ہیں تو دس اور خرابیاں پیدا ہوجاتی ہیں۔ اساسی تصور ہی کے غلط ہونے کی بنا پر ہم دیکھتے ہیں کہ ملکیت کی آزادی پر مبنی سرمایہ دارانہ نظام ہو یا اس کے مکمل خاتمے پر استوار اشتراکی نظام، یا اس کی حد بندیوں کا علمبردار فسطائی نظام، تینوں نتائج کے اعتبار سے یکساں ہیں، تینوں زندگی کا مادی تصور رکھتے ہیں اور ملکیت کے اعلیٰ و ارفع اغراض و مقاصد سے عاری ہیں، تینوں حرص، ہوس، لالچ، خودغرضی، مفاد پرستی اور ناجائز نفع اندوزی کے جراثیم کو وسیع پیمانے پر جسدِ معیشت میں داخل کرکے اسے سرطان زدہ کردیتے ہیں، تینوں دولت کی غیر منصفانہ تقسیم، معاشی تفاوت اور معاشی بحرانوں کا باعث بنتے ہیں، تینوں دنیا کے اسباب و وسائل کو محض چند ہاتھوں اور طبقوں میں مرتکز کرکے عوام الناس کو غلامی و محرومی کے شکنجوں میں جکڑ دیتے ہیں اور انسانوں پر انسانوں کی حاکمیت کا تخت بچھا دیتے ہیں۔ اسی طرح عالمی سطح پر ان کی کارکردگی ظلم، استحصال، خونریزی، کشمکش، اجارہ داری، بے اصولی، غنڈہ گردی اور دھونس و دھاندلی سے عبارت ہے۔

الغرض، انسان کے تمام انفرادی و اجتماعی مسائل و مشکلات کا واحد حل یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت کے تصور کو صدقِ دل سے تسلیم کیا جائے اور پورے معاشی نظام کو اسی کے سانچوں میں ڈھالا جائے۔ اس کی عملی صورت یہ ہے کہ تمام اموال و املاک پر انسان کے مالکانہ حقوق و فرائض اور اختیارات و ذمہ داریوں کو بطور خلیفہ متعین کیا جائے نہ کہ بطور آزاد و خود مختار۔ اسے اپنی تمام معاشی سرگرمیوں کو مالکِ حقیقی کے احکام و فرامین کے مطابق اختیار کرنے کا پابند بنایا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کے نظام کو خاص انداز میں عظیم تر حکمت و مقاصد کے تحت چلانے' معاشی جدوجہد کو رواں دواں رکھنے اور اس میں انسان کی دلچسپی کو بڑھانے اور سرگرمی سے شریک کرنے' معاشی معاملات کو بگاڑ و فساد سے بچانے اور لوگوں کو باہمی جھگڑوں سے محفوظ کرنے' اور انہیں آزمانے کے لیے حقِ ملکیت کو تسلیم کیا ہے۔ علاوہ ازیں اس سے اور بھی بے شمار مصالح وابستہ ہیں۔ لیکن اسے یہ حق کسی چیز کی ذات پر ہرگز حاصل نہیں ہے۔ بلکہ اس کا تعلق صرف اس سے متعلقہ فوائد سے ہے۔ گویا اسلام کی رو سے حقِ ملکیت سے مراد "حقِ استفادہ و انتفاع" ہے۔ ہر چیز کی ذات کا مالک صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ انسان اپنے جسم کا مالک ہے۔ مگر اس طرح کہ اس کی قوتوں' صلاحیتوں' توانائیوں اور اس کے تمام اعضاء سے استفادہ بھی کرسکتا ہے اور انہیں استعمال بھی کرسکتا ہے۔ لیکن انہیں جان بوجھ کر ختم نہیں کرسکتا' یہی وجہ ہے کہ خودکشی ممنوع ہے۔ علیٰ ہذا القیاس انسان کو اپنی اولاد کو قتل کرنے اور اپنے اموال و املاک کو ضائع کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے کیونکہ ان کا حقیقتاً مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

فقہائے اسلام نے اپنے اپنے الفاظ و انداز میں حقِ ملکیت کی تعریفیں کی ہیں اور اسی تصور کو اجاگر کیا ہے مثلاً علامہ ابن نجیم (متوفی ۹۷۰ھ) کے مطابق

> "ملکیت تصرف کرسکنے کا اختیار ہے جس کا منبع شارع کا اذن ہے' الا یہ کہ کوئی مانع موجود ہو۔"[۱]

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی نے اسے نقل کرنے کے بعد بالکل بجا کہا ہے کہ اس تعریف کی رُو سے ضروری ہے کہ ملکیت کا حصول شرعی طور پر ہوا ہو' وہی حقوق و اختیارات معتبر ہیں جو مالک کو شریعت نے عطا کیے ہوں' کیونکہ حقِ ملکیت کا اصل منبع شارع کا اذن ہے۔ یہ بات کہ کوئی ملکیت شارع کے صریح اذن یا خاموش تائید کے بغیر ثابت نہیں ہوتی' فقہائے اسلام کے درمیان ایک متفق علیہ اصول ہے۔[۲]

اسلام کا یہ اساسی تصور' ملکیت کے اغراض و مقاصد اور نتائج و ثمرات کو بدل ڈالتا ہے اور ان تمام خرابیوں کا قلع قمع کردیتا ہے جو اس کے غلط فلسفے کی کوکھ سے جنم لیتی ہیں اور پھر مال و دولت کے حصول و صرف' استعمال و انتقال اور تقسیم و تبدل کے غلط اور غیر منصفانہ طریقِ کار کی راہ میں حائل ہوجاتا ہے۔ یہ تصور جزوی و کلی معاشیات کے تمام دائروں میں اعلیٰ اخلاقی و روحانی اصول و اقدار کو جاری و ساری کرکے ہر طرح کے ظلم و استحصال کا خاتمہ کردیتا ہے اور تمام انسانوں کو حدود و قیود کا پابند کرکے ایک دوسرے کے حقوق و مفادات کا احترام کرنے اور پورے